آغا شورش کاشمیری مرحوم

شخصیت

# تحریک آزادی کا گمنام مجاہد حکیم غوث محمد جام پوری مرحوم

ڈیرہ غازی خان کا ضلع پنجاب کے اضلاع میں سب سے پسماندہ ضلع ہے۔ اس ضلع کے "خداوند"...... دوچار خاندان ہیں، جن کے قبضہ میں کئی کئی ہزار ایکڑ زمین ہے۔ عام باشندے انتہائی نادار ہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ ان خداوندوں کے کھیت کی کھاد ہیں۔

ہر سردار اور سردار زادہ اپنے تئیں "مامور من اللہ" سمجھتا ہے۔ ان کی دراز داڑھیاں، گھیرے دار چولے اور گنبد نما پگڑیاں قہاری کے کتبے ہیں، جن پر "انا ربکم الاعلیٰ" کے بے حروف الفاظ کھدے ہوئے ہیں۔ لوگوں میں سیاسی سمجھ بوجھ نام کو نہیں، البتہ معاشرت کا ایک خاص نقشہ ہے اور لوگ سختی سے اس کی پابندی کرتے ہیں۔ زبان پنجابی سے مختلف اور بلوچی سے قریب تر ہے۔ لہجۂ سخن اور تہذیب لسان کو، اوصاف انسانی کا جزو سمجھا جاتا ہے...... یہاں گالی بکنا سنگین لسانی جرم ہے اور اس پر ایک دوسرے کی ناک کاٹ دی جاتی ہے۔ اگر کہیں دو گھروں میں، باہمی آویزش ہوجائے اور ایک گھر کی عورتیں دوسرے کی عورتوں پر اظہار ناراضی کریں تو ان کے غصہ کا آخری پارہ اس درجہ میں پہنچکر ٹھنڈا ہوجاتا ہے کہ "گھڑے دا پانی نہ کھٹی...... جھگا مسیت تھی وی...... یعنی تیرے گھڑے کا پانی کم نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ پینے والا کوئی نہ رہے اور دوسرے کے معنیٰ یہ ہیں کہ تیرا مکان مسجد بن جائے یعنی مکان کے مکین نہ رہیں۔

> لیڈر رہا ہو کر آتے ہیں تو لوگ ان کی مٹھیاں گرم کرتے ہیں، ہار پہناتے ہیں، بوسے دیتے ہیں، پاؤں چومتے ہیں اور گھی کے کنستر سے لیکر پاؤں کی جوتی تک نذر کرتے ہیں اور لیڈر زعم خود سمجھتا ہے گگ ہذا من فضل ربی گگ لیکن رضا کار قید میں چکی پیسے، خون اگلے، باہر آئے تو لیڈروں کے پاؤں دابے، سر پر تیل کی مالش کرے، جوتی کو پالش کرے، اور جب لیڈر کا دستر خوان بچھے تو پنکھا ہلائے، یا پانی پلائے اور...... صلہ...... لیڈر کے ایک ڈکار کے ساتھ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

لیکن اس ضلع کے رگ و ریشے میں جہاں "سرداروں" کی والہانہ تابعیت کا لہو دوڑتا ہے، وہاں پیر پرستی کی وبا بھی عام ہے اور ضعیف الاعتقاد لوگ سید اور پیر کے نام پر یوں مرتے ہیں جیسے بھونرا شمع پر یا بلی چھیچھڑوں پر۔

حکیم غوث محمد اسی ضلع کے ایک قصبہ "جام پور" کے رہنے والے ہیں۔ اتفاق سے دوچار بیگھے زمین بھی ہے، مگر دو بھائی ہیں، اور پھر بفضل تعالیٰ دونوں عیالدار۔ اس زمانے میں دو بیگھے زمین سے سرکاری واجبات ادا کرنے کے بعد دو گھروں کے اخراجات کا پورا ہونا سخت دشوار، بلکہ قریب قریب ناممکن ہے اور

غالباً یہی وجہ تھی کہ ۱۹۳۱ء میں حکیم صاحب اپنے گاؤں سے اٹھ کر لاہور چلے آئے۔ اور چاہا کہ یہاں کوئی نوکری ڈھونڈیں، مگر نوکری کہاں؟ جانے جی میں کیا سمائی کہ مدرسہ نعمانیہ میں دینی علوم کی تحصیل کے لئے داخل ہوگئے۔ اسی اثناء میں احرار نے تحریک کشمیر کا آغاز کیا۔ آپ بھی دوسرے طالب علموں کے ساتھ جلسوں میں شریک ہونے لگے۔ سید عطاء اللہ بخاری کی تقریر نے لپیٹ لیا اور تعلیم کو طاق نسیان پر رکھ کر دفتر احرار میں آن بیٹھے، رفتہ رفتہ دفتر کے محاسب ہوگئے۔ اور پھر اپنی دیانت و محنت کی بدولت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے معتمد علیہ بن گئے۔ شاہ جی عموماً اپنے ساتھ ایک خادم رکھا کرتے تھے۔ حکیم صاحب کی آرزو اور شاہ جی کی ضرورت نے موقع پیدا کر دیا اور آپ آج کل کی اصطلاح میں شاہ جی کے پرائیویٹ سیکرٹری ہوگئے۔ اس دن سے اب تک احرار کے ساتھ ہیں۔ کئی موسم بدلے، کئی ہوائیں آئیں، کئی مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑا اور کئی دفعہ حالات نے تلخیاں بھی فراہم کردیں، لیکن آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ اب تک اپنی جگہ پر قائم ہیں اور سب چیزوں کو صرف ایک خاص نظر سے دیکھتے ہیں، یعنی وہ اپنی نظر کو حالات کے ساتھ نہیں چلاتے بلکہ چاہتے ہیں کہ حالات ان کے نظر کے ساتھ چلیں۔ پہلی دفعہ تحریک کشمیر ۱۹۳۱ء میں قید ہوئے، لیکن قید کا زمانہ کچھ زیادہ لمبا نہ تھا۔ پھر تحریک تحفظ ختم نبوت میں گئے۔ مگر یہ زمانہ بھی مختصر ہی تھا۔

چودھری افضل حق مرحوم مردم شناس بزرگ تھے۔ انہوں نے مرکزی دفتر (لاہور) کا نگران مقرر کردیا۔ اور پھر ماتحت جماعتوں کا محاسب، لیکن یار لوگ برداشت نہ کرسکے۔ پہلے تو آپ کی سخت گیری پر چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ پھر آپ کی گرہ سے باتیں باندھی جانے لگیں۔ مگر آپ نے روش نہ بدلی۔ جب ایک دو لیڈروں کو ان کی بدعنوانیوں پر ٹوکا۔ تو وہ ذرا بدکے۔ حتیٰ کہ ان کے دل میں ایک غبار سا بیٹھ گیا۔ آپ نے ان کی ناراضی کا مقابلہ کرنے کی بجائے استعفیٰ دے دیا۔ اور گھر چلے گئے۔ ادھر شاہ جی پھرتے پھراتے لاہور پہنچے۔ تو وہ آپ کو دفتر میں نہ پاکر سخت خفا ہوئے۔ فوراً بلا بھیجا اور اپنے ساتھ لے گئے اور پھر کئی سال تک ان کے ہمراہ رہے۔ جس زمانے میں ہٹلر نے ڈنزگ کے محاذ پر جنگ چھیڑی تو اس سے چند ہی دن پہلے شاہ جی گرفتار ہوچکے تھے۔ حکیم صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ سے لائل پور پہنچے۔ اور وہاں غالباً کسی قصبہ میں فوجی بھرتی کے خلاف عاملہ احرار کے فیصلہ کی تائید میں ایک دھواں دھار تقریر جھاڑدی۔ پولیس نے وہیں پکڑلیا۔ عدالت میں پیش کئے گئے۔ اسی عدالت میں میرا مقدمہ بھی تھا۔ اور جرم دونوں کا ایک۔ مجسٹریٹ ایک سکھ جنٹلمین تھا۔ سب سے پہلے مجھے حکم سنایا گیا۔ آپ نے تسلیم کیا ہے کہ آپ نے لوگوں کو فوج میں بھرتی نہ ہونے کے لئے کہا ہے۔ لہٰذا دو سال قید۔ مجھے اس کا افسوس ہے..... پھر حکیم غوث محمد کو بلایا۔ حکیم صاحب کا بیان مانگا۔ حکیم صاحب نے جواب میں ایک پرجوش تقریر کی، ملخص یہ تھا۔ ''سردار جی سوال یہ نہیں کہ ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کیا کہتا ہے سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں خداوند عزوجل کے احکام کیا ہیں؟ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ استغاثہ میرے لئے کیا سوچتا ہے، مجھے اگر کوئی شے محبوب ہے تو وہ اپنی جماعت کا فیصلہ ہے۔ ایک طرف سرکار ہے، ایک طرف احرار، ایک طرف ملک ہے اور ایک طرف برطانیہ، ظاہر ہے کہ

میرا رشتہ احرار سے ہے اور میری وفاداری اپنے ملک سے ہے۔ میں اسی لئے جیتا ہوں کہ برطانوی نظام کی شہ رگ کاٹوں۔ اور میں نے اسی نصب العین کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کو اس جنگ میں بھرتی نہ ہونے کی تلقین کی ہے۔ مجسٹریٹ کی پیشانی پر بل آگیا۔ قلم کو جنبش دی اور کہا کہ "گویا آپ اعتراف کرتے ہیں کہ آپ نے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کی خلاف ورزی کی ہے...... "جی ہاں" حکیم صاحب نے کہا۔ "تو پھر میں آپ کو تین سال قید بامشقت کی سزا دیتا ہوں۔ مجسٹریٹ نے فیصلہ سنایا۔ پولیس نے دونوں ہاتھوں کی ہتھکڑی کو کھڑکھڑایا اور کہا آئیے۔ جیل خانے کی لاری انتظار میں کھڑی ہے۔ حکیم صاحب نے الحمدللہ کہا اور مجسٹریٹ سے گلہ کیا کہ آپ نے میرے لئے اتنی حقیر سزا کیوں تجویز کی ہے؟ حکیم صاحب کے بعد تاندلیانوالہ کے دو رضا کار پیش ہوئے۔ مجسٹریٹ نے ان سے پوچھا بھئی تم نے کیا کہا تھا؟" جی ہم نے کہا تھا" نہ لینی اے نہ لین دینی اے۔" مجسٹریٹ نے پوچھا اس کا مطلب کیا ہے؟ "بس جی یہی...... نہ لینی اے نہ لین دینی اے"۔ سرکاری وکیل نے توضیح کرنی چاہی کہ ان کا مطلب فوجی بھرتی سے ہے۔ مگر مجسٹریٹ نے روک دیا۔ اور ملزموں ہی سے دریافت کیا۔ ملزم اپنی بات سے آگے نہ بڑھے، مجسٹریٹ نے فوراً مجھے طلب کیا اور واقعہ سے باخبر کیا۔ اور کہا کہ انہیں سمجھاؤ تمہاری تحریک ابھی ابتداء میں ہے۔ کہیں اسے آغاز ہی میں دھکا نہ لگے۔ میں چند مہینے کی سزا کردونگا۔ میں نے بہتیرا سمجھایا۔ مگر وہ نہ مانے مجسٹریٹ نے ایک بھرپور فیصلہ لکھا اور سب کو چار چار سال قید کی سزا دے دی۔ ان سزاؤں کے بعد حکیم صاحب کو فیروزپور جیل بھیج دیا گیا۔ اور میں دوسرے مقدمہ کے لئے ملتان پہنچ گیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر لاہور سے پانچ سال کا زمانہ گزارنے کے لئے منٹگمری (ساہیوال) جیل منتقل ہوگیا۔ وہاں پہنچا تو حکیم صاحب، صوفی عنایت محمد پسروری، مولانا محمد گلشیر وغیرہ کے ساتھ موجود تھے۔ سب دوست احتراماً پیش آئے۔ لیکن حکیم صاحب نے تو میری خدمت اور عزت میں انتہا کردی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک آدمی کی اصلیت کا پتہ مصیبت کے وقت چلتا ہے اور جیل خانہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہوجاتی ہے۔ اور اس بات کا پتہ لگ جاتا ہے کہ کون کس حوصلے اور جگرے کا انسان ہے اور اس کی ذات میں ذلت اور شرافت کا جوہر کتنا ہے۔ بڑے بڑے لیڈر جیل خانے میں جا کر اپنے معتقدین کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو اسمبلی میں بیٹھ کر بیشتر ممبر اپنے ووٹروں سے کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر۔ اکثر لیڈر جیل خانے میں ایک معمولی سطح کے انسان سے بھی گرے ہوئے پائے گئے ہیں۔ حکیم صاحب کا حوصلہ اور ظرف اتنا اونچا تھا کہ ہر ایک کے لئے قابل رشک تھے۔ آپ کی عمر اس وقت پینتالیس سے ایک سال اوپر یا ایک سال کم ہے مگر حالات کے برش نے چہرے کی جھریوں میں بوڑھی عمر کی افسردگی کا پینٹ کر دیا ہے۔ رنگ سیاہی مائل گندمی ہے، قد دراز ہے سر پیشانی کی طرف سے گول اور پیچھے سے چپٹا ہے، آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن ان میں اخلاص کی جھلک نظر آتی ہے۔ دایاں ہاتھ جیل خانے میں چکی پیستے ہوئے فالج کا شکار ہوگیا جس سے مٹھی بند نہیں ہوسکی اور ہاتھ ہر آن پھیلا رہتا ہے وضع قطع بالکل سادہ ہے اور خوراک پوشاک اس سے بھی سادہ، کوئی

شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ زندگی میں انہوں نے کبھی جھوٹ بولا ہو، یا غیبت کی ہو۔ ہمیشہ دوستوں کی کمزوریوں پر پردہ ڈالا اور دشمنوں کی غلطیوں کو معاف کیا ہے۔ بایں ہمہ کہ ایک ہاتھ ناکارہ تھا مگر جیل خانہ میں اپنے دوستوں کے برتن مانجھتے بالخصوص میرا خاص خیال رکھتے۔ دونوں وقت میرے کمرے میں صفائی کرتے بستر بچھاتے، کھانا لاتے اور میں کھا چکتا تو پھر خود کھاتے۔ میں نے بارہا منع کیا لیکن اپنی روش پر بضد رہے۔ کبھی کبھار ہمارے ساتھ کبڈی کھیلتے۔ میں نے سپرنٹنڈنٹ سے الجھ کر بھوک ہڑتال کر دی۔ تو میرے ساتھ خود بھی شریک ہوگئے۔ سپرنٹنڈنٹ نے وجہ دریافت کی۔ تو میرا نام لے دیا کہ آپ انہیں منالیں تو میں بھی ترک کردوں گا۔ کئی دن بھوک ہڑتال جاری رہی۔ اور بھی کچھ دوست شریک ہوگئے۔ جیل والوں نے پانی بند کر دیا، گرمیوں کے دن تھے، حکیم صاحب نے بہتیرا کہا کہ پانی دو لیکن کوئی نہ مانا۔ اور جواب ملا پہلے روٹی کھاؤ پھر پانی ملے گا۔ اس سے حکیم صاحب کی صحت میں بگاڑ پیدا ہوگیا، قے میں خون آنے لگا، کچھ دونوں بعد جیل خانے والوں سے سمجھوتہ ہوگیا۔ اور سب نے بھوک ہڑتال چھوڑ دی۔ مگر آپ کی صحت کا ڈھانچہ بگڑ چکا تھا۔ اوپر گورنمنٹ تک رپورٹ گئی کہ مریض لاعلاج ہو چکا ہے جواب آیا کہ

اسے رہا کردو۔ سپرنٹنڈنٹ نے بلا کر کہا آپ معذرت کردیں تو آپ کو رہائی مل سکتی ہے سخت غصہ میں آگئے اور ڈانٹ پلائی۔ اگلے دن اس نے پھر پیش کش کی، ذرا الفاظ بدل کر کہ میرا مطلب معذرت نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ آپ اگر گورنمنٹ کو اس امر کا یقین دلادیں کہ آپ دوران حلالت میں گورنمنٹ کے خلاف کسی تحریک میں حصہ نہیں لیں گے۔ تو آپ کو رہائی مل سکتی ہے۔ حکیم صاحب سپرنٹنڈنٹ کی اس دوبارہ پیش کش سے سخت بگڑے اور تیور بدل کر بولے" براہ کرم اس بکواس کو بند کیجیئے۔ میں جس حکومت کی موت کا انتظار کررہا ہوں اس سے کسی قسم کی درخواست کرنا میری ہتک ہے۔" سپرنٹنڈنٹ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ گھر کا یہ حال تھا کہ حالات روز بروز خراب ہوتے گئے۔ سیاسیات کا ذکر ہوتا تو کہہ دیتے میرا پالیٹیکس تو صرف عطاء اللہ شاہ بخاری ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ وہ شاہ جی کی گفتار و کردار ہی کو اپنے لئے حرکت و عمل کا معیاری خط سمجھتے تھے۔ ان کے سیاسی عقیدے میں صرف شاہ جی ہی شاہ جی تھے۔ جب آپ کی بیماری بڑھ گئی اور آپ سوکھ کر کانٹا ہوگئے تو میں نے خود زور دیا کہ آپ اپیل کیجیئے، کہنے لگے ہرگز نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا، ایک تو سب احرار رہنما جیلوں میں ہیں دوسرا میں انگریز سرکار کو درخواست یا اپیل نہیں کرسکتا۔ یہ احرار کے مزاج کے خلاف ہے۔ میں نے کہا ہم دوستوں کو لکھتے ہیں، مگر برا مانا آخر ہم چپ ہورہے ہمارے نام دوستوں کے بلاناغہ خطوط آتے۔ کئی قسم کے تحائف پہنچتے مگر حکیم صاحب کا غالباً کوئی دوست نہ تھا، انہیں صرف گھر کے خطوں کا انتظار رہتا۔ وہ بھی مہینے سوا مہینے میں ایک آدھ رجسٹرڈ لفافہ آجاتا۔ آپ اس لفافہ کو بار بار پڑھتے، اپنے بچے کے ہاتھ سے لکھے ہوئے حروف کو چومتے اور خوش ہوتے سب کو دکھاتے کہ دیکھو اس نے "الف" کتنا صحیح لکھا ہے۔ "ب" کس قدر واضح ہے "ج" کا دائرہ کتنا صحیح ہے اور "ح" اور "ط" میں کتنی وضاحت قائم ہے۔ لیڈر ملنے کے لئے آتے تو ہمیں ٹال کر چلے جاتے آپ انہیں سلام

بھجواتے وہاں سے وعلیکم السلام آجاتا لیکن حکیم صاحب کبھی اس طرح نہ سوچتے کہ مجھ سے کوئی کیوں نہیں ملا؟ ان کی عقیدت کا درجہ ہمیشہ بڑھتا گیا کبھی نہیں گھٹا۔ وہ صحیح معنوں میں بے نفس تھے۔ دن رات قرآن مجید پڑھتے اور پڑھتے چلے جاتے۔ صلوٰۃ کے سختی سے پابند تھے۔ اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ حتیٰ کہ جو ساتھی قرآن مجید نہیں پڑھے ہوتے تھے انہیں قرآن مجید پڑھایا۔ تین برس ختم ہوگئے۔ تو آپ کو منٹگمری جیل سے رہا کر دیا گیا۔ لیڈر رہا ہوتے ہیں تو جیل کے دروازے پر استقبال کی تیاریاں کی جاتی ہیں، عقیدتمند پھولوں کے گجرے اور موتیوں کے ہار لے کر آتے ہیں۔ مگر آپ کی رہائی ایک رضاکار کی رہائی تھی۔ کوئی نہ پہنچا، جیل والوں نے ٹکٹ دیا، لاہور پہنچے دفتر مرکزیہ میں آئے رہنماؤں نے زور سے شاباش کہی۔ شاباش حکیم صاحب! حکیم صاحب اس شاباش سے بے حد خوش ہوئے۔ اور سمجھے کہ قربانی قبول ہو گئی۔ ادھر حلالت نے گوشت ہڈیوں سے چپکا دیا تھا۔ اُدھر گھر کے حالات خراب سے خراب تر ہو رہے تھے۔ گھر پہنچے تو سب کچھ چوپٹ پایا۔ فاقے ڈیرا جمائے بیٹھے تھے، افلاس کو ان کا گھر راس آگیا تھا۔ حکیم صاحب کی قربانی ........ فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔ پیر ہوتے تو جیل بھی لالہ زار ہوجاتا۔ مریدوں کے نذرانے پہنچتے۔ رہا ہوتے تو ہاروں سے گلا لد جاتا، لیڈر ہوتے تو سپاسنامہ پیش ہوتا۔ اور لیڈر صاحب ہائیں کرو فر اپنی قربانی کا راگ چھیڑ دیتے۔ پھر اپنے گرم استقبال سے لیکر اپنی گرم جیب تک کو دیکھتے اور جی میں کہتے۔ ہذا من فضل ربی۔ لیکن یہ حکیم غوث محمد تھے۔ رضاکار غوث محمد ........ جانے کتنے غوث محمد ........ ان لیڈروں کے قصر اقتدار کی نیو کا پتھر ہیں۔ ان کا لہو ان کے زندہ باد کی رنگینی ہے اور ان کی ہڈیاں ان کے عروج کی سیڑھیوں کا گارا۔

(بقیہ از ص ۶۰)

مولانا مشتاق احمد کو صدمہ: چنیوٹ سے ہمارے کرم فرما اور کتاب "تضاداتِ مرزا قادیانی" کے مؤلف مولانا مشتاق احمد کی خالہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔

مظفر حسین ادیب مرحوم: گورنمنٹ اصلاح ہائی سکول چنیوٹ کے مدرس جناب مظفر حسین ادیب ۳۱ مئی کو انتقال کر گئے۔ محترم رشید احمد کو صدمہ: مجلسِ احرار اسلام چیچہ وطنی کے انتہائی مخلص کارکن محترم بھائی رشید احمد صاحب کی ہمشیر محترمہ گزشتہ ماہ رحلت فرما گئیں۔ سید رشید احمد شاہ صاحب مرحوم: قائد احرار حضرت سید عطاء المحسن بخاری کے ماموں سید رشید احمد صاحب گزشتہ ماہ لاہور میں انتقال کر گئے۔ مجلس احرار اسلام بہاولنگر کے ناظم محترم حکیم نذیر احمد اجمیری کی اہلیہ انتقال فرما گئیں۔ مجلسِ احرار اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے صدر حافظ محمد اسمٰعیل کے ماموں زاد بھائی ماسٹر حفیظ الرحمٰن صاحب ۲۵ مئی کو ٹریفک کے حادثہ میں انتقال کر گئے۔ اور ۱۲ جون کو حافظ صاحب کے بہنوئی چودھری نور محی الدین انتقال کر گئے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومین کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازیں۔ آمین۔ ادارہ نقیب ختم نبوت کے تمام ارکان و معاونین ان سب بزرگوں کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا گو اور ان کے جملہ منتسبین و متعلقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔